# مغربی تہذیب اور اسلامی معاشرہ
## (علامہ محمد اقبال اور شہید مرتضی مطہری کی نظر میں)

ڈاکٹر سید سکندر عباس زیدی [1]

dr.sikandar.zaidi@gmail.com

**کلیدی کلمات:** مغربی تہذیب، اسلامی معاشرہ، سائنسی علوم، علامہ اقبال، مرتضٰی مطہری۔

### خلاصہ

یورپ کی موجودہ تہذیب نے ہسپانیہ سے نکل کر یورپ میں بسنے والے لاطینی اور یونانی علوم کے ماہر مسلمان دانشوروں کی علمی کاوشوں کے نتیجے میں جنم لیا۔ اس کے بعد یہاں سائنسی ترقی کا آغاز ہوا اور نئی نئی ایجادات سامنے آئیں۔ تب یورپی اقوام نئی منڈیوں کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئیں۔ ان کی حریصانہ نظریں ایشیا اور افریقہ کے ممالک پر تھیں اور انہوں نے محکوم ممالک کا حتی المقدور گلا گھونٹنے کی کوشش کی۔ وہاں کے عوام بھی صدیوں تک یورپی تہذیب اثر سے باہر نہ آسکے۔ اسلامی ممالک کی یورپ کے ہاتھوں بربادی پر علامہ محمد اقبال اور شہید مرتضی مطہری جیسے مسلمان رہنماؤں کا دل بہت کڑھتا تھا۔ انہیں سب سے زیادہ دکھ اس بات پر تھا کہ سیاسی غلامی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے دل و دماغ پر یورپی تہذیب اپنی گرفت قائم کر چکی ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے کلام میں اس تہذیب کی خامیوں کو آشکار کرکے اس کے کمزور پہلوؤں کو واضح کیا اور مغربی تہذیب کے مقابلے میں مسلمانوں کے درخشاں علمی ماضی کو یاد دلاتے ہوئے مسلمانوں کو بیدار کرنے کی بھرپور سعی کی۔ اس مقالے میں انہی دونوں اسلامی شخصیات کے افکار کا جائزہ لیا گیا ہے۔

### مغرب کی ترقی

مغربی تہذیب و تمدن سے مراد وہ تہذیب ہے جو گذشتہ چار سو سال کے دوران یورپ میں ابھری۔ اس کا آغاز سولہویں صدی عیسوی میں اس وقت ہوا جب مشرقی یورپ پر ترکوں نے قبضہ کیا۔ یونانی اور لاطینی علوم کے ماہر وہاں سے نکل بھاگے اور مغربی یورپ میں پھیل گئے۔ یورپ جو اس سے قبل جہالت کی تاریکی میں بھٹک رہا تھا ان ماہرین علوم اور ہسپانیہ کے قبضہ کے بعد مسلمانوں کے علوم کے باعث ایک نئی قوت سے جاگ اٹھا۔ اس دوران یورپ میں سائنسی ترقی کا آغاز ہوا۔ نئی نئی ایجادات و اختراعات ہوئیں یورپی اقوام نئی منڈیوں کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئیں۔ ان کی حریصانہ نظریں ایشیا اور افریقہ کے ممالک پر تھیں سائنسی ایجادات اور مشینی و مادی ترقی نے اس تہذیب کو اتنی طاقت بخش دی تھی کہ محکوم ممالک کا اس نے حتی المقدور گلا گھونٹنے کی کوشش کی وہاں کے عوام کی نظروں کو اپنی چکا چوند مادی ترقی سے خیرہ کر دیا اور وہ صدیوں تک اس کے حلقہ اثر سے باہر نہ آسکے۔

### مغربی تہذیب اور اسلامی معاشرہ اقبالؒ کی نظر میں

اسلامی ممالک کی یورپ کے ہاتھوں بربادی پر اقبال کا دل بہت کڑھتا تھا سب سے زیادہ دکھ ان کو اس بات پر تھا کہ سیاسی غلامی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے دل و دماغ پر یورپی تہذیب اپنی گرفت قائم کر چکی ہے چنانچہ انہوں نے اس تہذیب کی خامیوں کو آشکار کرکے اس کے کمزور پہلوؤں

---

1۔ شعبہ فارسی، گورنمنٹ شجاع خان زادہ شہید ڈگری کالج، حضرو

کو واضح کرنے کی کوشش کی۔ مغربی تہذیب اپنی معنوی وسعت کے لحاظ سے صرف ایک دائرے میں محدود نہیں رہتی بلکہ دو تین اور دائروں میں بھی حرکت کرتی ہے۔ یہ دائرے فرنگ یا فرنگی مدنیت نئی تہذیب اور دورِ حاضر و سیاسیات حاضرہ پر مشتمل ہیں اقبال کہتے ہیں:

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہوگا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خود کشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا۔(
1)

اقبال مغرب کے جنگ جویانہ جنون کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ وہاں کے علوم و فنون ملحدانہ اور بے مقصد ہیں۔ تعلیم کی بے مقصدیت اقوامِ مغرب کا ایک بڑا المیہ ہے سائنسی علوم ہمارے وجود کے لئے اکسیر ہیں مگر افسوس مغرب میں ان کی تاثیر دوسری ہے مغربی انسان کی عقل و فکر، خوب و زشت کے معیاروں سے بے نیاز ہے اس کی آنکھ بے نم اور دل پتھر کا ہے جبریلؑ علم کو اس کی صحبت نے ابلیس بنا دیا مغربی علوم و تہذیب شمشیر کندھے پر اٹھائے نوعِ انسانی کی ہلاکت و نابودی کے لئے سخت کوشاں نظر آتی ہے۔ اقبالؒ کو مغرب کی تمام کوششوں میں کچھ نہ کچھ خلل نظر آتا ہے خود مغرب کے مفکرین اور مصلحین بھی ان خرابیوں سے بخوبی آگاہ ہیں اقبال نے جو تنقید مغرب پر کی ہے اس سے کہیں زیادہ مغربی مفکرین نے اپنے عیوب گنوائے ہیں۔

ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی لکھتے ہیں: "اقبالؒ کا یہ قول کہ یورپ کی آب و ہوا نے مجھے مسلمان کر دیا اس ذہنی انقلاب کے ایک خاص مفہوم کی طرف اشارہ کرتا ہے جب انہوں نے مغربی وطنیت اور قومیت کے مقابلے میں ملت کے بلند انسانی و آفاقی تصور کا جائزہ لیا تو ان کی نگاہوں کے سامنے اسلام کی عظمت پوری تابانی سے آشکار ہو گئی سفرِ مغرب سے پہلے بھی اقبالؒ جانتے تھے کہ اسلام نے قبائلی عصبیتوں کو مٹا کر اور رنگ و نسل کے بتوں کو توڑ کر محض ایک کلمہ حق کی بنیاد پر دنیا بھر کے مسلمانوں کو متحد کر دیا ہے لیکن جب انھوں نے مغرب وطنیت کے گھناؤنے چہرے کے مقابلے میں ملتِ بیضا کے رخِ روشن کا مشاہدہ کیا تو قلبی طور پر اسلام کی حقیقی روح سے آشنا ہو گئے اقبال نے محسوس کیا کہ دنیا کو وطنیت کی تخریب کاری اور مادہ پرست تہذیب کی لعنتوں سے اسلام ہی نجات دلا سکتا ہے۔"(2)

مری نگاہ میں ہے یہ سیاست لادین — کنیزِ اہرمن و دوں نہاد و مردہ ضمیر
ہوئی ہے ترکِ کلیسا سے حاکمی آزاد — فرنگیوں کی سیاست ہے دیو بے زنجیر(3)

اقبال نے مغربی دانشوری کی تہ میں موجود مادیت کا طوفان دیکھا تھا جن پر اس تہذیب کی اساس ہے مغربی استعماری ذہنیت نے تہذیب کے محاذ پر یہی جراثیم اقوام مشرق میں پھیلائے اور خود فراموش عالمِ مشرق ان سے متاثر ہوتا ہے۔ اقبالؒ اس صدی کے واحد مسلمان مفکر ہیں جنھوں نے اسلام کو ایک مربوط فکر کے لباس میں اس دعوے کے ساتھ پیش کیا کہ یہ خود زمانہ حاضر کے خیالات، میلانات اور رجحانات کے لئے معیارِ تنقید ہے ان کی صائب رائے یہ تھی کہ اگر مسلمان دانش ور اسلامی فکر میں کوئی قابلِ قدر اضافہ نہیں کر سکتے تو کھو کھلی تجدد پسندی پر صحت مند تنقید تو کی جائے تا کہ استعماری تجدد پسندی کے سیلاب کے آگے بند باندھا جا سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب دنیائے اسلام تہذیب و تمدن اور علوم و فنون کے لحاظ سے بامِ عروج تک پہنچ چکی تھی اس وقت یورپ جہالت اور بربریت کے سمندر میں غوطہ زن تھا یورپ کے طلباءِ بلادِ اسلامیہ میں جا کر اپنی علمی تشنگی بجھایا کرتے تھے اس وقت مسلمانوں ہی نے ان کی تہذیب و تمدن اور اعلیٰ اقدارِ حیات کی ابجد سے آشنا کر کے انہیں انسانیت اور ترقی کا طالب بنایا تھا یورپ کی موجودہ ذہنی ترقی اور علمی کمالات کافی حد تک

مسلمانوں کے مرہونِ منت ہیں علامہ اقبال یورپ کی مادی ترقی کے مخالف نہیں البتہ وہ اس کے تن مردہ میں روحانی اقدار کی ذریعے زندگی کی روح پھونکنا چاہتے ہیں تاکہ انسانی زندگی میں افراط و تفریط باقی نہ رہے۔

ضمیر اس مدنیت کا دین سے ہے خالی | فرنگیوں میں اخوت کا ہے نسب پہ قیام
بلند تر نہیں انگریز کی نگاہوں میں | قبول دین مسیحی سے برہمن کا مقام (4)

اس میں کچھ شک نہیں کہ مغربی تہذیب نے معاشرتی اقدار کے اظہار میں مبالغہ آرائی کی مغرب کا ثقافتی رویہ اقبال کی شاعری کی زبان میں بے ذوق ہے اور دل بیدار عطا کرنے سے محروم ہے۔

بقول ڈاکٹر حسن اختر:

"اقبال نے مشرق اور مغرب دونوں کو دیکھا ہے اور ان کی ہر چیز کا بغور مطالعہ کیا ہے دونوں کی خوبیوں اور خامیوں پر ان کی نظر ہے مشرق اس لئے پستی میں گرا ہوا ہے کہ ان کی عقل بے رابط افکار کا شکار ہے اور مغرب کی تباہی اس لئے یقینی ہے کہ وہاں عشق لادینی افکار سے مردہ ہو چکا ہے۔" (5)

اقبال کی نگاہ میں ایک بڑا قومی المیہ تھا کہ ہندوستان کی سرزمین پر سینکڑوں سال تک پوری شان و شوکت اور طوت و عظمت سے قابض و فرمارو رہنے والی قوم انگریز کی مکاری کا شکار ہو گئی اس کے علاوہ انگریز نے معاشرے کی گرفت کو کمزور کرنے اور قوت مدافعت کو ضعیف کرنے کے لئے ہندو اور مسلم کے درمیان نظریاتی اختلافات کو پوشیدہ طور پر ہوا دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود ہندوستان کے عوام میں نفاق پیدا ہوا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ سوسائٹی کی ساری ترقی کا دار و مدار انفرادی شعور اور فرد کی سعی و عمل کا مرہون منت رہا ہے۔ علامہ اقبال اپنی ذات اور فلسفہ و فکر کے حوالے سے انسانیت کے کرب اور اس کرہ ارض کے ہر ذی ہوش کی آرزوؤں اور تمناؤں کے نمائندہ تھے وہ پوری انسانیت کی بقا اور فلاح کے متمنی تھے ان کا فکری اور شعری اسلوب منفرد تھا اور اردو زبان کو نئی اسلوب اور فصاحت سے انھوں نے نوازا۔

اقبال ایک ریاست کا خواب دیکھتے ہیں کہ جس میں اسلامی نظام میں پائی جانے والی وہ جمہوریت موجود ہو جہاں معاشی اور معاشرتی مساوات، بنیادی ضروریات کی فراہمی حریتِ فکر اور آزادی ضمیر، رفاہی مملکت کے قیام، رنگ و نسل سے بالاتر دولت کا چند ہاتھوں میں مرتکز نہ ہونا حاکموں کا عوام کی مرضی سے منتخب ہونا اور عوام کے سامنے جوابدہ ہونا اور اسی قسم کے تمام جمہوری تقاضوں کی ضمانت موجود تھی اس لئے اقبال کا یہ خیال بالکل درست ہے کہ جمہوریت کو اس کی حقیقی روح کے ساتھ صرف اسلام نے نافذ کیا اس طرح دنیا کا کوئی اور نظام حیات اب تک ایسا نہیں کر سکا ہے۔ اقبال ساری دنیا کو ایک عالمگیر برادری کی شکل میں امن اور سکون کی زندگی عطا ہونے کے خواہشمند ہیں لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب قومی اور نسلی تعصّبات اور خود غرضانہ مفادات سے اقوام عالم دست کش ہو جائیں ایسا کرنے کے لئے دنیا کو ایک انتہائی منصفانہ اور عادلانہ نظام سے متعارف کرانے کی ضرورت ہے جو بلاشبہ صرف اسلامی نظام ہو سکتا ہے۔ اقبال کی خواہش ہے کہ کوئی ایسی ریاست موجود ہو جو اس نظام کو نافذ کر کے دنیا کے سامنے مثال پیش کرے اور صحیح راہ کی جانب انسانیت کی رہنمائی کا فرض انجام دے:

بندہ حق مرد و آزاد است و بس | ملک و آئینش خدا داد است و بس (6)

ڈاکٹر مظفر حسن ملک کے مطابق:

"مسلم معاشرے کے لئے علامہ نے حکومت الہیٰ کا نام بھی تجویز کیا حکومت الہیہ میں علامہ کسی قسم کی غلامی کے وجود کے قائل نہیں کوئی بھی معاشرت جو آمریت اور استحصال پر قائم ہو ایک صحت مند معاشرت کہلانے کی حقدار نہیں اور غیرت مند معاشرت کہلانے کی حقدار نہیں اور غیر صحت مند معاشرے میں ایک متوازن تہذیب و ثقافت کا وجود محال ہے جہاں آمریت وجود میں آ جائے اور معاشرہ استحصال کا

شکار ہو جائے تو اس کا آخری نتیجہ یہ نکلے گا کہ مختلف طبقات میں مساوات و ہم آہنگی ختم ہو جائے گی اور ایک طبقاتی اور غیر صحت مند معاشرے کا ظہور ہو گا جسے علامہ ملوکیت کا نام دیتے ہیں۔" (7)

مسلم معاشرے کے حوالے سے اقبال فرماتے ہیں کہ جس طرح توحید لامکاں ہے اس طرح مسلم معاشرہ حدود مکانی کا پابند نہیں پھر کہتے ہیں کہ اللہ نے اسلام کی حفاظت کا وعدہ کر رکھا ہے جب اسلام تا قیامت زندہ ہے تو جو قوم اس کی حامل ہے وہ کیونکر مٹ سکتی ہے پس مسلم معاشرہ حدود زمانی کا بھی پابند نہیں۔ پیغام محمد مصطفیٰ ﷺ ساری نسل انسانی کے لئے ہے اس لئے نئے مسلم معاشرے کا نصب العین روئے زمین پر انسانوں میں یکجہتی ، مساوات اور آزادی کا احساس پیدا کرکے اتحاد آدم کو وجود میں لاتا ہے۔ نئے مسلم معاشرے میں اقبال فقہ اسلامی کی تدوین نو پر زور دینے کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ جب قوم کی صفوں میں انتشار کا اندیشہ ہو تو اجتہاد کا راستہ اپنانا اشد ضروری ہے نئے مسلم معاشرے کی کردار سازی کے لئے اقبال تاریخ کے مطالعے کو بڑی اہمیت دیتے ہیں اقبال کے نزدیک:

" وہ دن دور نہیں کہ مذہب یعنی اسلام اور سائنس میں ایسی ہم آہنگیوں کا انکشاف ہو جو سر دست ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہے"۔(8)

حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی
نہیں قدرت کے آئین مُسلم میں کوئی چارا
مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھوان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا(9)

## تہذیب مغرب اور اسلامی معاشرہ شہید مطہریؒ کی نظر میں

اسلام ایک ایسا مکتب ہے جو ہمہ گیر اور حقیقت پسند ہے۔ دنیاوی اخروی جسمانی و روحانی، عقلی فکری، حساسی و جذباتی انفرادی و اجتماعی انسانی ضرورتوں کے تمام پہلوؤں پر اسلام نے توجہ دی ہے ہر مسلمان فرد کو چاہیے کہ اپنے آپ کو ان صفات اور خوبیوں سے آراستہ کرے اور ان سے متضاد و متصادم امور سے اپنے آپ کو بچائے خود سازی اور نفس کی نگہداری کرے جو اسلامی ثقافت کی روح ہیں۔ قرآن مجید میں آیا ہے:

"ان کی مثال انجیل میں اس طرح سے ہے کہ گویا وہ ایک کھیتی ہیں پہلے پہل اس میں بڑی نازک کونپل پھوٹتی ہے یہ نازک کونپل اسی طرح برقرار نہیں رہتی بلکہ آہستہ آہستہ نشو و نما پا کر باریک تنے کی صورت اختیار کر لیتی ہے اور اس میں دوسری صفت آ جاتی ہے پھر تدریجاً اس میں ضخامت پیدا ہونے لگتی ہے پھر وہ اپنے تنے پر قائم ہو جاتا ہے۔" (10)

اتفاق سے دنیا کو حیرت میں مبتلا کرنے والی چیزوں میں ایک چیز یہی مسلمانوں کی اس تیزی کے ساتھ ترقی و استقلال ہے جسے قرآن پیش کرتا ہے۔ شہید مرتضیٰ مطہری کے بقول:

"اسلامی معاشرے کی نشو و نما، تزاید، تکامل استقلال کا تعلق اسلام سے ہے اسلام پر ایمان اور اسلامی تعلیمات کی پیروی اس کا سر چشمہ ہے اسلام معاشرے کو جامد کرنے کے لئے نہیں آیا ہے کہ ایک ہی جگہ کھڑے اسے مارچ کراتا رہے یہ نشو و نما پانے والا ترقی پذیر دین ہے اس نے ظاہر کر دکھایا کہ وہ عملی طور پر اپنے معاشرے کو آگے لے جا سکتا ہے۔" (11)

اگر معاشرے میں بعض ناہمواریاں ہیں اگر بعض لوگ نعمتوں میں زندگی بسر کر رہے ہیں اور ان کے پاس نعمتوں کی فراوانی ہے جبکہ بعض لوگ غریب، مفلس ہیں اور سخت محنت و مشقت کرنے پر مجبور ہیں تو اس کی ذمہ دار قضائے الٰہی نہیں بلکہ اس نامساوی اور ناہموار صورتحال کی ذمہ داری آزاد خود مختار و ذمہ دار انسان پر عائد ہوتی ہے۔ شہید مرتضیٰ معاشرتی ماحول کے بارے میں لکھتے ہیں:

"انسان کی روحانی اور اخلاقی خصوصیات کے تکامل میں اس کے معاشرتی ماحول کا بھی ایک خاص کردار ہوتا ہے۔ انسان کی زبان، معاشرتی آداب دینی اور مذہبی آداب، رسوم وغیرہ وہ چیزیں ہیں جو اس کو اپنے معاشرتی ماحول سے ملتی ہیں۔" (12)

پیغمبر کے تربیت یافتہ انسانوں اور اس کے معاصر معاشروں کے روشن خیال لوگوں کے تربیت یافتہ انسانوں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے ان دونوں کے درمیان بنیادی ترین فرق یہ ہوتا ہے کہ پیغمبرﷺ اپنی کوششوں سے انسان کی فطری طاقتوں کو بیدار کرتا ہے اور انسانوں کے وجود کے مخفی شعور اور عشق کو متحرک کرتا ہے۔ وہ انسانوں میں پوری کائنات کے مقابلے میں ایک احساس پیدا کرتا ہے۔ لیکن ایک روشن خیال انسان زیادہ سے زیادہ لوگوں کے اجتماعی شعور کو بیدار کرتا ہے۔ معاشرہ کے وجود کے سلسلے میں شہید مرتضی نے چار نظریات پیش کئے ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ معاشرہ اور فرد دونوں کو اصالت دیتا ہے اس اعتبار سے کہ وہ معاشرے کے اجزاء، کے وجود کو معاشرے میں حل شدہ نہیں جانتا اور معاشرے کے لئے کیمیائی مرکبات کی طرح الگ سے کسی وجود کا قائل نہیں مرتضی مطہری کے مطالب قرآن کی آیات اس نظریے کی تائید کرتی ہیں قرآن سائنس یا فلسفے کی کتاب کی طرح مسائل کو پیش نہیں کرتا بلکہ اس کا انداز کچھ اور ہے قرآن تمام امتوں کے لئے مشترک سرنوشت، مشترک نامہء عمل، فہم وشعور عمل اور اطاعت وعصیان کا قائل ہے۔ ''حقیقت یہ ہے کہ منصفانہ اور متوازن معاشرہ وہی ہے جس میں مساوات کا قانون حکم فرما ہو جس میں سب کے لئے مساوی مواقع موجود ہوں جس میں افراد کے ساتھ ایک جیسا سلوک کیا جاتا ہو عملاً علمی اور جسمانی مقابلہ ہوتا رہے۔ شہید مرتضی مطہری کے نزدیک:

"یہ مسلّم ہے کہ اسلام ایک اجتماعی مذہب ہے وہ اس امر کا قائل ہے کہ معاشرے کی اپنی شخصیت ہے معاشرہ پیدا ہوتا ہے اور مرتا ہے معاشرہ بنتا ہے اور بگڑتا ہے اس میں خوبیاں بھی ہوتی ہیں اور خرابیاں بھی وہ یہ بھی مانتا ہے کہ معاشرے کا مفاد فرد کے مفاد پر مقدم ہے۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود اسلام کے معاشرتی نظام میں افراد کے حقوق اور ان کے واقعی امتیازات کو نظر انداز نہیں کیا گیا ہے اسلام فرد کو شخصی لحاظ سے معاشرے کے مقابلے میں بے حقیقت نہیں سمجھتا بعض دوسرے مفکرین کی طرح وہ یہ نہیں کہتا کہ فرد بیکار محض ہے جو کچھ ہے معاشرہ ہی ہے حق صرف معاشرے کا ہے فرد کا کوئی حق نہیں مالک معاشرہ ہے فرد نہیں۔" (13)

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام شخصی حقوق کا قائل ہے فرد کی اہمیت اور آزادی کا قائل ہے وہ اس بات کو انصاف نہیں سمجھتا کہ فرد معاشرے میں گم ہو کر رہ جائے اس کے نزدیک انصاف یہ ہے کہ معاشرے میں مکمل مقابلے کے حالات پیدا کئے جائیں اور اس مقابلے کے نتیجے میں جو کام کی لگن فرائض کی بجاآوری اور فضیلت وشرف کے میدان میں ہوتا ہے اور افراد کو خاص حقوق اور امتیاز دیے جائیں۔ شہید مرتضی مطہری کے بقول اسلامی معاشرے کے غیر طبقاتی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ معاشرہ فرضی اور بے بنیاد امتیازات کا قائل نہیں لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ اس فرق کو بھی زبردستی نظر انداز کر دیتا ہے جس کی اساس اہلیت، لیاقت، اور اکتساب علم وہنر پر ہو۔ استاد شہید مرتضی لکھتے ہیں:

"انسانی معاشرہ نے بھی فرد انسان کی طرح باوجود اس کے کہ ایک مرکب حقیقی ہے اور مرتب کئے ہوئے قوانین قاعدے اور دستور العمل رکھتا ہے اور معاشرہ بحیثیت کل معاشرہ پوری تاریخ میں کبھی کسی خاص فرد کے ارادہ کا تابع نہیں رہا ہے ان متضاد عناصر کی وجہ سے جو انسانی معاشرہ کی تعمیر میں استعمال ہوئے ہیں یعنی فکری سیاسی، اقتصادی گروہ اپنے تشخص کو بالکل ختم نہیں ہونے دیتے۔" (14)

معاشرہ اپنے اچھے سلوک اور اخلاق سے پہچانا جاتا ہے اور وہی معاشرہ اچھا کہلاتا ہے جس نے اخلاقی نظام پر اپنے نظام حیات کی بنیاد رکھی ہو دوسرے یہ کہ قرآن مختلف قوموں کے بارے میں جب ذکر کرتا ہے تو جہاں اعلیٰ مدارج پہنچنے والی قوموں کی مثال دیتا ہے وہاں ساتھ ساتھ پست اور گری ہوئی قوموں کی تصویر کشی بھی کرتا ہے قرآنی نقطہ نظر سے مثالی معاشرہ وہی ہے جو اخلاقی اور اقتصادی پہلو کے سوا دوسرا پہلو اختیار نہ کرے اور یہی وجہ ہے کہ مومنوں کو اس سے آراستہ ہونے کی دعوت دیتا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے ایمان والو! شراب، جوا، جے ہوئے بت اور ریا شیطان کے ناپاک اعمال ہیں ان سے اجتناب کرو'' (15)

مرتضی مطہری لکھتے ہیں کہ:

''اسلام ایک ایسا معاشرہ چاہتا ہے جس کی دنیا میں عزت ہو جو آزادی واستقلال سے بہرور ہو اور جس کو خود اپنے آپ پر اعتماد ہو۔ اسلام ہر گز یہ پسند نہیں کرتا کہ مسلمان کسی غیر مسلم قوم کے دست نگر یا محکوم ہو۔ اسلام نہیں چاہتا کہ مسلمان ہمیشہ کاسئہ گدائی ہاتھ میں لئے دوسری قوموں سے قرض یا امداد کی بھیک مانگتے پھریں اسلام چاہتا ہے کہ اسلامی معاشرے کو معاشی اور معاشرتی آزادی حاصل ہو۔ اسلام میں حق کا احترام کیا جاتا ہے حقوق العباد کا خاص خیال رکھنا بہت ضروری ہے انصاف کو غیر معمولی تقدس حاصل ہے حقوق میں خیانت خصوصاً عوام کے حقوق میں اسلام کی نظر میں بدترین خیانت ہے۔ ابتدا میں راہ اسلام کی ترقی میں کانٹا یہودی تھے۔ ابتداء ہی سے افکارِ اسلامی کے خلاف ان کی تبلیغات ایسی شروع ہوئیں کہ جواب تک باقی ہیں اس کے بعد نوبت ایک ایسے گروہ کی آئی جو یہودیوں سے بھی بدتر تھے انھوں نے گذشتہ تین سو سال یا کچھ زیادہ مدت سے اسلامی حکومتوں میں اپنے اثر ورسوخ کا استعمال شروع کیا جس کا مقصد روح اسلامی کو فنا کرنا ہے۔ یہ گروہ لوگوں کو اسلام سے اس لئے دور نہیں کرنا چاہتا تھا کہ عیسائیت کی جڑیں مضبوط ہو جائیں بلکہ حقیقت میں ان کو نہ تو اسلام سے کوئی عقیدت تھی اور نہ ہی عیسائیت سے کوئی لگاؤ تھا۔ انہیں صلیبی جنگوں کے بعد اس بات کا ضرور احساس ہو گیا تھا کہ ان کے مادی منافع اور سیاسی اقتدار کے اثر و نفوذ میں سب سے بڑی رکاوٹ اسلام اور اس کے احکام ہیں لہٰذا اسلام کے خلاف تبلیغات اور سیہ کاری شروع کر دی۔''

علامہ موسوی لاری لکھتے ہیں:

''عیسائی مبلغین نہ تو یہودیوں سے خوف زدہ ہیں نہ ہندوؤں سے اور نہ بدھ مذہب سے ڈرتے ہیں کیونکہ یہ سب دین ایک ایسی محدود قوم سے تعلق رکھتے ہیں جو اپنے دائرہ عمل سے آگے نہیں بڑھ سکے عیسائی مبلغین صرف اسلام سے خطرہ محسوس کرتے ہیں جس کے طرز فکر اور مخصوص خیالات سے دوست دشمن سب ہی واقف ہیں۔'' (16)

شہید مرتضی مطہری لکھتے ہیں:

''انسانی حقوق کا منشور دوسروں سے زیادہ بڑھ چڑھ کر خود اہل یورپ نے ٹھکرایا جو فلسفہ اہل مغرب نے عملی زندگی میں اپنا رکھا ہے اس کے بعد خود اہل یورپ کے لئے سوائے منشور حقوق انسانی غلط قرار دینے کے سوا کوئی راستہ نہیں۔'' (17)

اسلام حق وعدالت کے خوگر مجاہدین کا دین ہے استعماری قوتوں کے خلاف جنگ کرنے والوں کا دین ہے مغرب نے اسلام کا تعارف دوسری طرح سے کرایا اور اب بھی کرا رہے ہیں مغرب نے جو تصورِ اسلام پیش کیا اس کا مقصد اسلام کی انقلابی وروحانی خاصیت کو چھین کر مسلمانوں کے جذبہ حریت و آزادی کو ختم کرنا ہے۔ شہید مرتضی مطہری کے لکھتے ہیں:

''حقیقت میں یورپ کی فضاؤں میں سب کچھ ہوتے ہوئے بھی کچھ نہیں کیونکہ جہاں کے لوگ سنگدل وبے رحم ہوں وہاں سے پیار، محبت اور ہمدردی کی کیا توقع کی جاسکتی ہے بلکہ وہ خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ محبت اور پیار کی کوئی چیز ہے تو وہ مشرق میں ہے یورپ میں نہ ماں باپ اپنی اولاد سے محبت کرتے ہیں اور نہ اولاد اپنے والدین کی پرواہ کرتی ہے نہ بھائی بہن کا خیال کرتا ہے اور نہ بہن بھائی کے رشتہ کا لحاظ کرتی ہے یورپ کی سرزمین میں آپ کو ہر قسم کی رنگینی وشادابی اور رعنائی مل سکے گی لیکن ان لوگوں میں ہمدردی اور محبت کے نام کی کوئی چیز نہیں ملے گی نفسا نفسی کے عالم میں ہر شخص دوسرے سے بے نیاز نظر آتا ہے۔'' (18)

مغرب نے روحانی قدر و قیمت کا کوئی لحاظ نہیں رکھا مغرب مشینوں کا غلام بن گیا ہے مگر عقل سعادت و خوش بختی کو نہیں ایجاد کر سکتی کیونکہ یہ عقل کا کام نہیں مغربی تمدن جہاں بشریت کے لئے قیمتی تحائف لے کر آیا ہے اسی کے ساتھ ساتھ ایک ایسا مہلک و بے مہار نظام بھی لایا ہے جو اپنے دامن میں ہزاروں ہولناک جرائم و مفاسد لئے ہوئے ہے۔ بے لگام خواہشات نفس نے روح کے تار و پود بکھیر دیئے ہیں لوگوں سے آسائش فکری اور روحی اور اطمینان قلب چھین لیا ہے۔ اہل یورپ میں سے کسی نے یہ بات کہی ہے کہ اگر ہم تین چیزوں پر غور کریں تو ہمیں یہ اعترف کرنا پڑے گا کہ دنیا میں محمد ﷺ کی طرح کوئی بشر نہیں ہے۔ یعنی: ان جیسا کوئی رہنما پوری عالم بشریت میں نہیں ہے ان میں سے پہلی چیز مقصد کی عظمت واہمیت ہے ان کا مقصد عظیم تھا۔ یورپی سیاست یہ ہے جہاں دوسری قوموں کا استحصال کرنے کے لئے انسانی حقوق کا نعرہ لگایا جاتا ہے اور جوں ہی ان کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ کہتے ہیں یہ سب کہنے کی بات ہے۔ آیت اللہ مطہری شہید جیسی اسلام اور تعلیمات اسلامی سے عشق و ولولہ رکھنے والی شخصیت کے دماغ میں حکومت اسلامی کی تشکیل کی سوچ بیدار تھی۔ وہ سالہا سال سے مسلمانوں کے انحطاط اور زوال پذیری کے اسباب و علل پر غور کرتے رہے تھے انہوں نے ہر پہلو سے اس موضوع پر تحقیق کی اور تمام مشکلات پر غور کیا اور ان کے حل کے لئے راستوں کا تعین کیا ان مشکلات میں جنہیں انہوں نے حل کیا مادہ پرستی کا زور، اسلام کی کمزوری اسلام میں دوسرے نظاموں کے پیوند یا ان میں ملاوٹوں اور بدعتوں کا وجود میں آنا اس کے نتیجے میں معاشرتی برائیوں کا وجود میں آ جانا مثلاً بے پردگی و عریانی و مغرب پرستی اور ثقافت اسلامی سے دوری نیز قرآنی ثقافت سے فاصلہ پیدا ہو جانا وغیرہ شامل ہیں وہ دیکھ رہے تھے کہ مسلمانوں نے اغیار سے امیدیں وابستہ کرلی ہیں۔

شہید مرتضی مطہری لکھتے ہیں:

> "مغربی دانشوروں کے درمیان تربیت کے بارے میں ایک جدید نظریہ پیدا ہوا ہے اور اس کا لازمہ یہ ہے کہ بنیادی طور پر تربیت محض پرورش ہے اور چونکہ ان کا موضوع اخلاقی تربیت تھا لہٰذا انہوں نے زیادہ عقل اور ارادے پر بحث کی ہے نہ کہ دین اور زیبائی کی حسوں کے متعلق۔ ان لوگوں نے کہا کہ تربیت فقط اور فقط عقلی توانائی اور اخلاقی ارادے کی پرورش کا نام ہے اور بس اور انسان کو کسی بھی چیز خواہ اچھی اور خواہ بری کا عادی نہیں بنانا چاہیے کیونکہ عادت ہر حالت میں بری چیز ہے چونکہ جیسے ہی کوئی چیز انسان کی عادت بن جائے تو وہ انسان پر حاکم ہو جاتی ہے اگر یہ اسے انجام نہ دے تو پریشان ہو جاتا ہے۔" (19)

شہید کے نزدیک وہ تنہا مکتب جو انسان کی راہنمائی کی صلاحیت رکھتا ہے وہ اسلام ہے مغرب کو اپنی تمام تر صنعتی اور سائنسی ترقی کے ہمراہ زندگی کے فلسفے کو مشرق سے سیکھنا چاہیے وہ لکھتے ہیں کہ انسان مغربی تہذیب کے ذریعے "دنیا شناس" تو ہو جاتا ہے لیکن وہ جتنا زیادہ دنیا شناس ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ خود کو بھول بھی جاتا ہے مغرب میں انسانیت کی پستی کا اصل راز یہی ہے۔ استعمار کے اداروں کا مقابلہ کرنے کے لئے استاد شہید نے ۱۹۴۸ء میں حسینیہ ارشاد جیسے علمی و تحقیقی مرکز کی بنیاد رکھی جس میں نوجوانوں کی فکری تربیت ہوتی تھی۔ نیز اسلام میں بدعتوں اور گمراہیوں کے خاتمے کے لئے انہوں نے تحقیقات کا کام بھی اسی ادارے سے لیا اس ادارے میں ان کی تقریروں کو کتابی شکل میں بھی تدوین کیا گیا۔ ان کتابوں سے اسلامی نظریئے کی تعمیر ہوئی اور یہ استعمار شکن کاروائی ثابت ہوئی وہ لکھتے ہیں کہ مغربی تہذیب نے اگر اہل مغرب کو شراب خوری اور جنسی اختلاط میں مبتلا کیا ہے تو اس لئے کہ وہ بجائے اس کے کہ اپنے آپ کو تلاش کریں اپنی ذات سے غفلت اور اسے بھلا دینے کے درپے ہیں اکثر ان کے بہت بڑے کام حتی کہ ان کے نیک اعمال کا نتیجہ بھی خود فراموشی اور بے ہودگی ہے۔ ان کی تمام قوت عمل ایجادات اختراعات اور جنگی وسائل کے مہیا کرنے پر صرف ہوتی ہے جس کی بنیاد اپنے آپ سے فرار ہے نہ اپنے آپ پر حکومت اور اپنے نفس پر تسلط جب انسان اپنی روح کو گم کر دے تو دنیا کو فتح کر لینا کس کام کا؟

استاد شہید لکھتے ہیں:

''اسلام کے نقطہ نظر سے اخلاق میں کامل انسان وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر پہچانا ہے اور مشرف و کرامت کا اپنی ذات میں دوسروں سے زیادہ احساس کیا جبکہ مغرب تہذیب کے ماننے والے لوگ جو شرافت انسانی کے منکر ہیں آخر کار انھیں بھی مجبور ہو کر ایک منزل پر انسانیت کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ حالانکہ ان کا فلسفہ کسی صورت میں بھی شرافت انسانی کی تائید و توجیہ نہیں کر سکتا۔''(20) چند ممالک کو چھوڑ کر دنیا میں پسماندہ ترین اور بے حیثیت ترین ملک اسلامی ممالک ہیں۔ یہ نہ صرف علم و ہنر، صنعت و ٹیکنالوجی میں پیچھے ہیں بلکہ اخلاق، انسانیت اور روحانیت میں بھی پسماندہ ہیں شہید مرتضی مطہری نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ ہمارے ذہن و روح میں اسلام کی اصل صورت موجود نہیں جو کچھ ہمارے ذہن میں موجود ہے وہ محض اسلام کی مسخ شدہ صورت ہے۔ ہماری توحید کا تصور مسخ شدہ ہمارا نبوت کا تصور بھی مسخ شدہ ہے اسلام کے تمام اصول ہمارے ذہن میں محض ایک بدلی ہوئی شکل میں موجود ہیں۔

*****

## حوالہ جات

---

1۔ محمد اقبال، بانگ درا، ص: ۱۵۰
2۔افتخار احمد صدیقی، ڈاکٹر، عروج اقبال، بزم اقبال، لاہور، ۱۹۸۷ء، ص: ۳۲۵
3۔ محمد اقبال، ضرب کلیم، ص: ۱۵۴
4۔ محمد اقبال، ضرب کلیم، ص: ۶۲۵۲۴
5۔ حسن اختر، ڈاکٹر، اطراف اقبال، مکتبہ میری لائبریری، لاہور، ۱۹۷۲ء، ص: ۹۰
6۔ محمد اقبال، جاوید نامہ، ص: ۸۷
7۔ مظفر حسن ملک، اقبال اور ثقافت، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۸۶ء، ص: ۳۱
8۔ محمد اقبال، تشکیل جدید اردو، مترجم، سید نذیر نیازی، بزم اقبال لاہور، ۱۹۵۸ء، ص: ۲۱۰
9۔ محمد اقبال، بانگ درا، ص: ۱۹۹
10۔قرآن، سورۃ فتح، آیت: ۲۹
11۔ مرتضی مطہری، اسلام اور وقت کے تقاضے، ادارۂ احیاتراث اسلامی، کراچی، مترجم، سید محمد موسیٰ رضوی، اگست ۱۹۷۸ء، ص: ۵۱
12۔ مرتضی مطہری، اسلامی تصور کائنات پر ایک تمہید، ۱۹۹۷ء، ص: ۳۵۱
13۔ مرتضی مطہری، سخن، ص: ۴۵۸
14۔ مرتضی مطہری، اسلامی تصور کائنات پر ایک تمہید (وحی و نبوت)، ۱۴۰۷ھ، ص: ۹۹
15۔قرآن، سورۃ المائدہ، آیت: ۹
16۔ مجتبیٰ موسوی لاری، مغربی تمدن کی ایک جھلک، مترجم روشن علی، سازمان تبلیغات اسلامی، تہران، ۱۴۰۷ھ، ص: ۳۸
17۔ مرتضی مطہری، اسلام اور وقت کے تقاضے، ۱۹۸۷ء، ص: ۵۰

18۔ مرتضی مطہری، انسان کامل، قیام پبلی کیشنز، لاہور، مترجم، عابد عسکری، محرم ۱۹۹۳ء، ص: ۲۱۹
19۔ مرتضی مطہری، اسلام میں تعلیم وتربیت، اپریل ۱۹۹۷ء، ص: ۷۶
20۔ مرتضی مطہری، فلسفہ اخلاق، مترجم، مولانا مسرور حسین مبارکپوری، مکتبۂ الرضا، لاہور، ص: ۷۹